٣

(فرمودہ ۲۰؍اکتوبر ۱۹۱۵ء بمقام عیدگاہ - قادیان)

"رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۚ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ۝[1]

انسان کی پیدائش کی غرض اور اس کے پیدا کرنے کا مقصد اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے یہ کہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ[2] نہیں پیدا کیا میں نے جن و انس کو مگر اس لئے کہ وہ میری جناب میں عبودیت اختیار کریں، پس عبد بننا اور خدا تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری اور اس کے حضور میں تذلّل، یہ انسان کی پیدائش کا مقصد ہے۔

دوسری چیزیں خدا تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کرتی ہیں۔ بلکہ بہت انسان تو خدا کے حکم کو توڑتے بھی ہیں مگر یہ اشیاء حکم کو ہرگز نہیں توڑتیں۔ پھر اس بات کے فرمانے کے کیا معنے ہوئے کہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔ جسے عبادت کے لئے پیدا کیا وہ تو نافرمانی کرتا ہے اور جس کی پیدائش کی یہ غرض بیان نہیں فرمائی وہ نافرمانی و خلاف ورزی نہیں کرتی۔ یہ کیا بات ہے۔

اس کے لئے یاد رکھنا چاہیئے کہ عبادت کے معنے ہیں تذلّل اختیار کرنا[3] خشوع تام۔ اپنی تمام محبت، اپنا تمام پیار، تمام تعلق خدا ہی کے لئے کر دینا۔ سب چیزوں کو چھوڑ کر سب تعلقات کو قطع کر کے۔ تمام برائی اور تکبّر کے خیالات کو علیحدہ کر کے خدا کے حضور جھک جانا[4] اور محبت و پیار کا اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ حاصل کرنا۔ یہ بات ہم دیکھتے ہیں اور کسی چیز میں نہیں پائی جا سکتی۔ کیونکہ یہ تو اسی ہستی میں ہو سکتی ہے جو کچھ قدرت رکھتی ہو۔ جس کے اندر یہ حس ہی نہیں ارادہ ہی نہیں۔ یہ طاقت ہی نہیں کہ دو چیزوں میں سے ایک کو چھوڑ کر دوسری کو اختیار کرے اور

خدا تعالیٰ کے لئے تذلّل اختیار کر سکے۔ اس سے ایسا مطالبہ ہی بیجا ہے۔ یہ تو صرف انسان ہی میں قدرت ہے۔ پس حقیقی معنوں میں عابد انسان ہی بن سکتا ہے یہ مرتبہ تو ملائکہ بھی نہیں حاصل کر سکتے۔ اس لئے انسان ہی کی پیدائش کی غرض یہ ہوئی کہ خدا کا عبد بنے اور اپنی تمام خواہشات تمام ارادوں کو ترک کر کے خدا کے حضور جھک جائے۔

پھر انسان کو اس راہ میں کامیاب کرنے کے لئے اور اس کا درجہ بڑھانے کے واسطے کچھ ایسی کششیں بھی رکھیں جو عبادت کے خلاف اس کو کھینچیں۔ لیکن ساتھ ہی اپنی طرف سے پکارنے والے بھی بھیجتا ہے جو انسان کا قدم صراط مستقیم سے پھسلنے نہ دیں اور پھر چونکہ ایسے لوگ ایک خاص مدت کے بعد آتے ہیں اس لئے خود انسان کے اندر ایسی طاقتیں نیکی کی رکھی ہیں جو ان محرکات بدی پر غالب آسکیں یا کم از کم نیکی اور بدی میں تمیز کر سکیں۔

یہ آیت جو مَیں نے اس وقت پڑھی ہے اس میں ایسے منادوں کا ذکر ہے جو خدا کی طرف سے انسان کو اس کی پیدائش کی غرض پر متوجہ و قائم کرنے کے لئے آتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ الٰہی! ہم نے ایک پکارنے والے کی آواز سُنی۔ وہ آواز کیا تھی۔ تجارت یا مال اسباب کی طرف بلانے کے لئے نہ تھی بلکہ وہ ایک پاک منادی کی آواز تھی جو یہ پکارتا تھا کہ انسانو اِتم مان لو۔ کس کو مان لو؟ اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ تم اس خدا کو مان لو جس نے پیدا کیا اور ادنیٰ حالت سے بڑھا کر بڑے درجے تک ترقی دی۔ اس کے احکام کو قبول کرو۔ ہم نے اس کی بات کو قبول کر لیا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا۔ الٰہی ہم نے مان لیا۔ مگر تیرے احکام پر چلنا بڑا بھاری کام ہے پہلے بھی بہت غلطیاں کر چکے ہیں آگے بھی لغزشوں سے از خود محفوظ نہیں رہ سکتے اس لئے آپ سے درخواست ہے کہ حضور ربّ ہیں چھوٹے سے بڑے کو ترقی دینا آپ کا کام ہے۔ پس ہمارے ایمان کو بڑھا دیجئے۔ گناہ معاف ہوں۔ وَکَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا۔ روکیں مٹ جائیں بلکہ بدیوں کو مٹا ہی دیں۔ سزا سے بچائیں۔ وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ۔ نیکوں میں شامل کر کے وفات دیں۔ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِکَ۔ اپنے رسولوں سے تُو نے جو وعدے کئے تھے، وہ وعدے پورے کر دے۔ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اور ہمارے اعمال کو اپنے احکام کے ایسا ماتحت کر دے کہ قیامت تک دُکھ اور تکلیف نہ پہنچے تیرے حضور شرمندہ نہ ہوں سزا کے مستوجب نہ بنیں۔

یہ آواز ہے جو منادی دیتے ہیں اور جو اس منادی کے قبول کرنے والے کہتے ہیں اور دنیا کے لئے سب سے بڑی عید کا دن تو یہی ہوتا ہے کہ ان میں کوئی آیات اللہ پڑھنے والا ، انہیں خدا سے نصرت کی بشارت دینے والا ہو۔ انہیں ان کے محبوب و معبود سے ملانے والا ہو۔ اس سے بڑھ کر کوئی خوشی کا دن نہیں ہو سکتا۔

دیکھو مجمع میں کسی کا بچہ گم ہو جائے۔ اور پھر ایک دو گھنٹہ کے بعد جب وہ بچہ اپنے باپ سے ملتا ہے تو بچہ کو اور باپ کو کس قدر خوشی ہوتی ہے۔ اسی طرح خدا تعالٰے سے بھٹکا ہوا بندہ جب خدا سے ملتا ہے اور خدا کے حضور پہنچتا ہے تو بندے کو بھی خوشی ہوتی ہے اور اللہ تعالٰے بھی راضی ہوتا ہے پس حقیقی عید اگر ہے تو یہی ہے اور یہ عید تو اس عید کی طرف راہنما ہے۔ عید بھی گھر میں اور وطن میں ہی بھلی معلوم ہوتی ہے۔ ایک شخص جنگل میں ہو۔ چاروں طرف درندے ہوں ڈاکو ہوں۔ جان خطرے میں ہو۔ اسے عید کی کیا خوشی ہو سکتی ہے۔ عید تو اس کی ہے جو گھر میں ہو۔ رشتہ داروں میں ہو۔ احباب میں ہو۔ خطرات سے مامون ہو۔ اسی طرح جو انسان خدا کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے۔ ضلالت کے جنگل میں مارا مارا پھر رہا ہے اس کی حقیقی عید کیا ہو سکتی ہے۔ عید تو خوشی کا نام ہے اور خوشی دل کے اطمینان، دل کی راحت سے پیدا ہوتی ہے۔ تمام محبتوں کا مرکز تو اللہ تعالٰے ہے۔ اسی سے کامل محبت چاہیئے اور اسی سے محبت ہو سکتی ہے۔ پس خوشی بھی اسی کو حاصل ہو گی اور حقیقی عید بھی اسی کی ہو گی جو اپنے مولیٰ کے حضور پہنچا ہو گا کیونکہ تمام قسم کی راحتوں، خوشیوں، عیدوں کا سرچشمہ تو وہی پاک ذات ہے۔ اسی حالت کے نہ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کی عیدیں آجکل ماتم بن گئی ہیں۔ عید آئی اور ان کے گھروں میں جھگڑا شروع ہوا بیوی زیور کے لئے۔ بچے کپڑوں کے لئے چلا رہے ہیں۔ کھانے کا سامان نہیں سو الگ۔ پھر مقروض ہو کر تمام سال دکھ میں گذارتے ہیں۔ یہ عیدیں اس لئے نہ تھیں بلکہ یہ عیدیں تو اپنے اندر ایک اور ہی حقیقت رکھتی تھیں جس سے آجکل کے مسلمان بالعموم غافل ہیں۔

ماہِ صیام کی عید میں تو یہ بتایا کہ انسان کو اس وقت کے لئے تیار رہنا چاہیئے جب اس کے مولیٰ کی طرف سے منادی آئے۔ وہ کھانے، پینے، بیوی بچوں کے اشتغال سے وقت نکال کر اس کے انصار میں داخل ہو سکے۔ جیسا کہ وہ ماہِ رمضان میں یہ مشق کرتا رہا ہے۔ اور عید قربان میں سکھایا کہ نہ صرف بیرونی انعامات سے بلکہ اندرونی انعامات سے بھی اگر علیحدگی اختیار کرنی پڑے اور اپنی جان قربان کرنی پڑے تو بھی دریغ نہ ہو۔ جب یہ حالت تم میں پیدا ہو گی تو پھر تمہاری عید ہی عید ہے۔

خدا کے نبی آکر یہی عہد لیتے ہیں اور سعادت مند یہ اقرار کرتے ہیں فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ۔ اور ان کا مولٰے اسے شرفِ قبولیت بخشتا ہے۔ چونکہ بندوں نے ایک عہد کیا۔ اس لئے خدا بھی اس کے مقابل پر جزائے خیر دیتا ہے۔ اور ارشاد فرماتا ہے۔ اَنِّيْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى۔ مَیں کسی کام کرنے والے کا کام ضائع نہیں کرتا۔ مرد ہو یا عورت۔ حیرت آتی ہے کہ بعض یورپین مصنفین نے لکھا ہے کہ اسلام تو عورتوں میں رُوح

ہی نہیں مانتا۔ حالانکہ یہ آیت ایسی آیت ہے کہ میں نے کسی اور کتاب آسمانی میں اس مضمون کی آیت نہیں دیکھی۔ جس زور کے ساتھ عورتوں کے حقوق اسلام نے قائم کئے ہیں اور ان کے اعمال کی قبولیت اور انعامات کا ذکر کیا ہے کسی مذہب کی کتاب میں ایسا ذکر نہیں۔ پھر قرآن مجید تو جو کہتا ہے اس کی دلیل بھی دیتا ہے۔ چنانچہ یہاں فرمایا۔ مرد و عورت کو عمل کی جزا یکساں کیوں ملے گی۔ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۔ تم ایک ہی ہو۔ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ ۔ فرمایا جنہوں نے چھوڑ دیا۔ کیا چھوڑ دیا؟ مال چھوڑ دیئے۔ منہیات سے رک گئے اور اپنے گھروں سے نکالے گئے۔ طرح طرح کے دکھ دیئے گئے۔ اپنی جانوں کی پرواہ نہیں کی۔ ایسے لوگوں کی نسبت فرمایا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۔ میں ان تمام بدیوں کو ڈھانک دوں گا۔ اور پھر وہ ایسی جگہوں میں پہنچائے جائیں گے جہاں دکھ اور تکلیف نہ ہوگی اور جہاں انعام کا سلسلہ جاری رہے گا۔ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ میں یہی دونوں باتیں بتائیں۔ جَنّٰتٍ کہتے ہیں سایہ دار جگہوں کو جہاں تکلیف اور دکھ نہیں ہوتا۔ پھر ان کے نیچے نہروں کا سلسلہ بتا کر سمجھایا کہ وہ جَنّٰتٍ سرسبز و شاداب رہیں گے۔ پس اس دنیا میں بھی مومنوں کو جو انعامات ملیں گے وہ جاری رہیں گے۔

سب سے کامل مومن تو نبی ہوتا ہے۔ اور نبیوں کے سردار حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں اس کامل انسان سے وعدہ کامل رنگ میں پورا ہوا۔ آپ نے ایسی ہجرت کی کہ کسی اور نے نہیں کی۔ اپنی جان کو خدا کی راہ میں قربان کیا تو ایسا کیا کہ کوئی اور نہ کرے گا۔ اس کا نتیجہ بھی آپ کو بے مثال ملا۔ باقی نبیوں کے ادیان خاص وقت تک رہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو یہ انعام ملا کہ آپ کا سلسلہ قیامت تک رہے گا اور فرما دیا کہ تمہارا باغ نہ سوکھیگا جب کوئی فتور آنے لگے گا تو ایک باغبان بھیجا جائے گا جو اس کو پھر سرسبز و شاداب بنا دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے باغ کے نیچے وہ نہر جاری کی کہ جس درخت کے نیچے چلتی ہے اس کو سرسبز و شاداب بنا دیتی ہے۔ جو شخص اس تعلیم پر چلتا ہے۔ صالحین و شہداء و صدیقین سے ہو جاتا ہے اور روحانی و جسمانی انعامات الٰہیہ سے بقدر اپنی قابلیت کے حصہ پاتا ہے۔ اور اس کے مقابل اگر کوئی آتا ہے تو شکست کھاتا ہے۔ دیکھو ایک اَن پڑھ سے اَن پڑھ احمدی سے بھی غیر احمدی ملاں گھبراتا ہے۔ پس سچی عید یہی ہے کہ اللہ کے منادی کی آواز کو سُن لیا جائے۔ اور اس کے رستے میں مال و جان قربان کردیں۔ یاد رکھو کہ جتنا تم میں نقص ہوگا اتنی ہی خدا کے احکام میں کمی ہوگی۔ جو لوگ اسلام میں ہو کر پھر تکلیف میں ہیں ضرور ان کی اطاعت میں کچھ نقص ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ۔ کہ

یہ باتیں دوسروں کے لئے بطور قصّہ کہانی کے ہوں مگر ہمارے لئے نہیں ہو سکتیں کیونکہ ہم نے اپنی آنکھوں سے خدا کے ایک منّاد کو دیکھا۔ لوگوں نے چاہا کہ اُسے مسل دیں مگر وہ مظفر و منصور ہوا۔ جو خاک اس چاند پر ڈالنی چاہتے تھے وہ انہی لوگوں کے مونہوں پر پڑی۔ یہ سلسلہ ایک بچّہ کے مانند تھا جس کے گرد کئی خونخوار شیر تھے۔ جن کے مونہوں کو انسانی خون لگ چکا ہو۔ حملہ کرنے کے لئے کھڑے ہوں۔ غیب سے ایک ہاتھ نکلا اور اس نے شیر کے جبڑے کو چیر دیا پس اس عظیم الشان نصرت کے بعد ہم کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا مولےٰ ہمارے ساتھ نہیں۔ اب جو انعامات میں کمی رہے گی تو اسی لئے کہ خود ہمارے عہدوں کے ایفاء میں کوئی نقص ہوگا۔ ہمیں چاہیئے کہ خدا کے رستے میں دُکھ اُٹھائیں۔ نفسوں کو قربانی کے لئے تیار کریں یعنی وہ پورے طور پر خدا کی رضامندی کے نیچے ہوں۔ ہم اُس کی راہ میں ہجرت کریں۔ ہجرت سے مراد وطنوں کو چھوڑ دینا ہی نہیں۔ ہجرت کیا ہے۔ اُن خیالات بد کو چھوڑ دینا جن میں پہلے تھے۔ ان بُرے دوستوں کو چھوڑ دینا جو دینی ترقی میں حارج ہوں۔ پھر ضرور ہے کہ ہم گھروں سے نکالے جائیں گھر سے مراد سُستی، کاہلی غفلت کا مقام چھوڑ دینا ہے۔ پھر ہم میں یہ بات ہو کہ ہمیں محض خدا کے لئے خدا کی راہ میں دکھ دیا جائے۔ جو متبع کامل ہو اس کو ضرور دکھ دیا جاتا ہے۔ جو دنیاداروں کے دکھوں سے بچا رہے اُسے سوچنا چاہیئے کہ اس کے ایمان میں کوئی نقص تو نہیں دیکھو گاؤں میں کوئی سفید پوش جائے تو کتے اسے بھونکتے ہیں، وہ اسے بیگانہ سمجھتے ہیں۔ اسی طرح جو دنیا کے کل مکروہات سے پاک ہوگا، دنیا پرست اس کی ضرور مخالفت کریں گے اور جس کی مخالفت نہ ہو اسے ضرور ان سے مناسبت ہے جبھی تو وہ اس کی مخالفت نہیں کرتے۔ اگر مومن کے نفس کے اندر تبدیلی پیدا ہو اور وہ ہر طرح کی دنس سے پاک ہو تو کلابُ الدُّنیا کا بھونکنا بھی اس کیلئے بطور لازم و ملزوم ہے۔ کتّا تو غیر جنس ہے اس کتّے کو تو پتھر مارا جائے گا۔ مگر یہ کتّے ایسے نہیں ہوتے کہ انہیں پتھر مارا جائے بلکہ ان کے لئے بھی علاج ہے کہ خوب ڈٹ کر ان کا مقابلہ کیا جائے اور نہ صرف اپنی حفاظت کریں بلکہ دوسروں کو بھی بچائیں۔ پہلے تو تلوار کا جہاد تھا اس لئے قُتِلُوْا وَقُتِلُوْا سے اَور مراد تھی مگر اب تو دلائل کی شمشیر سے جہاد کرنے کا زمانہ ہے۔ اس لئے سب کو مقتول ہونا پڑے گا۔ یعنی دین کی اشاعت میں ایسا انہماک ہو کہ اسی میں موت آجائے۔ ایسے لوگوں کے لئے وعدہ الٰہی ہے کہ ان کی بدیاں چھپا دی جائیں گی۔ ایسے آدمیوں پر یہ فضل الٰہی ہوتا ہے کہ اگر ان میں کوئی بدی فی الواقعہ بھی ہو اور اسے کوئی شائع کرنا چاہے تو خدا کا غضب اس پر نازل ہوتا ہے۔ کیونکہ خدا تو اپنے بندے کی عزت قائم کرنا چاہتا ہے اور یہ اس عزت میں رخنہ ڈالتا ہے۔ پس فرمایا ہے کہ میرے ساتھ کامل محبت کرو۔ جس کا

نشان یہ ہے کہ مومن ہجرت کرے۔ اپنے مولیٰ کی راہ میں دُکھ دیا جائے۔ مخالفینِ حق سے مقابلہ کرے اس کے عوض مَیں اس کی بدیوں کو مٹا دوں گا اور جنّات میں داخل کروں گا۔

چونکہ یہ عید کا موقعہ ہے لوگ قربانیاں کریں گے اس لئے یہ بیان کر دینا بھی ضروری ہے کہ لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَآءُھَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ[۱۰]۔ قربانیوں کا گوشت اور خون اللہ تک نہیں پہنچتا کیونکہ خون تو مٹی میں مل جاتا ہے اور گوشت بھی نہیں پہنچتا کیونکہ وہ بھی تم خود کھا لیتے ہو۔ ہڈیاں پھینکی جاتی ہیں۔ پھر اس قربانی کا فائدہ کیا ہے وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ۔ تمہارا تقویٰ خدا تک پہنچتا ہے اور اس کی غرض یہ ہے کہ اپنے نفس کو قربان کر دو۔ قربانی کے وقت مومن اقرار کرتا ہے کہ جیسے اس بکری نے سر آگے ڈال دیا اسی طرح مَیں اپنے نفس کے خیالات پر اے میرے مولیٰ! حضور کے ارادے کے مقابل چھری پھیرتا ہوں اور یہی وہ بات ہے جو خدا کے ہر منشاء کے وقت اللہ تعالیٰ لوگوں سے چاہتا ہے اور یہ وہ سچی عید ہے جس کی آرزو ہر مومن کو چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ توفیق دے کہ ہم نفسوں کی قربانیاں کر سکیں۔ کمزوریاں دُور ہوں کامل محبت پیدا ہو۔ اعلیٰ سے اعلیٰ نیک بندوں کے انعام حاصل ہوں اور ہمیں وہ عید نصیب ہو جس میں کوئی دُکھ نہ ہو اور جس میں عید منانے والوں کے سروں پر خدا کی رحمت کا سایہ ہوتا ہے اور جس عید کی کوئی شام نہیں ہوتی۔ آمین۔ (الفضل ۳۱ر اکتوبر ۱۹۱۵ء صفحہ ۶-۸)

[۱] آل عمران ۳: ۱۹۴ تا ۱۹۶۔ [۲] الذّٰریٰت ۵۱: ۵۷۔ [۳] لسان العرب جلد ۱۴ صفحہ ۲۷۔ زیر لفظ عید

[۴] ۔ ملفوظات جلد ۳ صفحہ ۲۹۹۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ (حقیقۃ الوحی) صفحہ ۵۴

[۵] 1, GEORGE SALE, THE KORAN. P.80 2, MAXMULLER, THE SACRED BOOKS OF THE EAST, P XXXV (INTRODUCTION)

3, SIR WILLIAM MUIR, THE LIFE OF MAHOMET. P 348

[۶] تجدید دین کی طرف اشارہ ہے۔ سنن ابوداؤد کتاب الملاحم باب ما یذکر فی قرن المائۃ میں ہر صدی میں مجدد آنے کی پیشگوئی کی گئی ہے۔ [۷] النساء ۴: ۱۲۳۔

[۸] ۔ بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی (۱۸۳۵ء۔ ۱۹۰۸ء) مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام

[۹] ۔ روحانی خزائن جلد ۱۷ (تحفہ گولڑویہ) صفحہ ۲۵۶۔ روحانی خزائن جلد ۱۶ (خطبہ الہامیہ) صفحہ ۵۹۔ ملفوظات جلد ۱ صفحہ ۳۰۰

[۱۰] ۔ الحج ۲۲: ۳۸